شش ماہی علوم السنہ
شعبہ حدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

قرابت داروں کے احسانات اور بھلائیوں کی ستائش و تحسین: سیرت طیبہ کا اختصاصی مطالعہ

Appreciation and Praise of Relatives' Kindness and Virtues: A Specialized Study of the Prophetic Biography

Dr. Muhammad Afzal*
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore

Abstract

The human inclination to seek recognition for abilities and good deeds is innate, enhancing personal growth and societal harmony. Acknowledging individuals' qualities boosts their motivation, while neglect can lead to despair and diminished potential. Islam emphasizes appreciating kindness, abilities, and capabilities, fostering love and unity within families and communities. This study focuses on the Prophet's (PBUH) unique approach to recognizing the kindness and contributions of his relatives, including aunts, uncles, daughters, grandchildren, and cousins. It explores how he remembered their good deeds, expressed gratitude, and celebrated their sacrifices, setting a model for interpersonal relations. The Prophet's (PBUH) practice of publicly acknowledging virtues while privately addressing shortcomings cultivated a culture of encouragement and moral excellence. By analyzing specific instances—such as his praise for Aunt Fatimah's hospitality, his uncles' benevolence, his daughters' devotion, and his grandchildren's merits—this research highlights the Prophetic method of fostering familial bonds through appreciation. It underscores the social and moral significance of recognizing relatives' contributions, promoting mutual respect and affection. The study also addresses challenges, such as societal tendencies to overlook virtues, and proposes lessons from the Seerah to strengthen family ties. This research contributes to understanding the Prophetic model of social conduct, offering insights for contemporary family dynamics and community cohesion.

Keywords: Prophetic Seerah, Relatives' abilities, Appreciation, Family Bonds

موضوع کا تعارف

انسان فطری طور پر اپنی خوبیوں، صلاحیتوں، احسانات اور بھلائیوں کا اعتراف چاہتا ہے۔ اسی لئے جب کسی فرد کی صلاحیت کی قدر کی جاتی ہے، تو اس کے نیکی کرنے کے جذبہ اور قابلیت میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ اس کے برعکس کسی باصلاحیت شخص کی بے قدری مایوسی اور پریشانی میں زیادتی کا باعث بنتی ہے۔ صلاحیتوں کے حامل افراد کی قابلیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذمہ داری سونپی جائے تو اس سے معاشرہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہو جاتا ہے اگر نااہل فراد کو اعلیٰ مناصب اور عہدوں پر فائز کر دیا جائے تو اس سے معاشرہ بگاڑ اور زوال کا شکار ہو جاتا۔ اسلامی تعلیمات افراد کی صلاحیتوں اور اچھے کے کاموں کی قدر کرنے پر زور دیتی ہیں اور معاشرتی مرتبہ

* Email of corresponding author: ranaafzalpu@gmail.com

ومقام کے مطابق ان سے سلوک کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا یہ سنہرا اصول تھا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کی خوبیوں اور صلاحیتوں کی تحسین اور ستائش فرمایا کرتے تھے اور قابلیت کے پیشِ نظر ہی فرائض منصبی سونپتے تھے۔ زیر نظر مقالہ نبی رحمت ﷺ کے قرابت داروں ــــ چچی، چچاؤں، صاحبزادیوں، نواسوں، اور چچا و پھوپھی زاد بہن و بھائیوں ــــ کے احسانات اور نیکیوں کی قدر و تحسین پر مرکوز ہے۔ یہ تحقیق رشتہ داروں کی بھلائیوں کے اعتراف، ان کے ساتھ حسن سلوک، اور ان کی قربانیوں پر تشکر کے پیغمبرانہ انداز کا جائزہ لیتی ہے، جو خاندانی رشتوں کو مضبوط کرنے اور ان کے درمیان محبت ومودّت پیدا کرنے کے لیے رہنما ہے۔ افراد معاشرہ کی صلاحیتوں، قابلیتوں اور اچھائیوں کا اعتراف اور خاص طور پر اہل قرابت کی خوبیوں کی ستائش اور ان کے احسانات کی تحسین ان کو مزید نیکی اور بھلائی کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور ان میں جذبہءِ خیر خواہی کو جلا بخشتا ہے۔

تشکرات اور نبوی اسوہ

انسانوں کے احسانات کی قدر دانی اور ان کے حسن سلوک کی سپاس گزاری رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا ایک نہایت خوبصورت اور لازمی حصہ تھا۔ آپ ﷺ کی طبیعت کا یہ خاصہ تھا کہ اپنے وابستگان کی اچھائیوں اور بھلائیوں کا نہ صرف اعتراف کرتے بلکہ حتی المقدور کوشش فرماتے کہ ان کے احسانات اور ہمدردیوں کا صلہ اور بدلہ احسن انداز میں دیا جائے۔ کیونکہ دادِ تحسین اور حوصلہ افزائی سے افراد میں خیر خواہی، ہمدردی اور ایثار و قربانی کے جذبے پروان چڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ چھ برس کے تھے کہ آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ کی وفات کا غم سہنا پڑا۔ والدہ کی وفات کے بعد چھ سال کے بچے کی پرورش کی تمام تر ذمّہ داری اُمّ ایمن پر آگئی تھی۔ حضرت ام ایمنؓ نے یہ ذمّہ داری بڑے ہی احسن انداز میں سرانجام دی تھی کہ ان کے حسن سلوک کی وجہ سے آپ ﷺ کے دل میں بچپن سے ہی ان کے لئے خاص انسیت اور محبت پیدا ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

أم أيمن أمي بعد أمي۔ (1)

'ام ایمن میری والدہ کے بعد میری ماں ہیں'۔

آپ ﷺ نے حضرت ام ایمنؓ کے ساتھ تعلق محبت اور رشتہ الفت اس خوبصورت انداز سے نبھایا کہ اکثر ان کے گھر میں تشریف لے جاتے، ان کے احوال معلوم کرتے، آپ ﷺ نے ان سے مستقل حسن سلوک قائم رکھا۔

احسانات اور بھلائیوں کے اعتراف میں آپ ﷺ کا انداز یہ تھا کہ کبھی کسی غیر مسلم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ اچھائی اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا تو آپ ﷺ نے اس کو بھی زندگی بھر یاد رکھا۔ سفر طائف سے واپسی پر مطعم بن عدی نے آپ ﷺ کو اس وقت پناہ دی جب اہل مکہ میں سے کوئی بھی یہ خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ مطعم بن عدی نے آپ کے ساتھ کمال ہمدردی کرتے ہوئے اس مشکل وقت میں آپ کا ساتھ دیا۔ سن 2 ہجری میں بدر کے معرکہ میں مشرکین مکہ کو عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ شکست خوردہ لشکر کے ستر افراد قتل ہوئے اور اتنے ہی افراد نے ہتھیار ڈال کر اسیری کو قبول کر لیا تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کو اہل مکہ کا وہ تلخ رویّہ یاد آیا جب وہ طاقت کے گھمنڈ میں رسول اکرم ﷺ کو طائف سے واپسی پر مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہے تھے اور آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے تھے۔ بیتے ہوئے ماضی کا وہ منظر ایک بار پھر یاد آیا تو جذبہ انتقام ابھرنے کی بجائے اس موقع پر خیر خواہی کرنے والے کی اچھائی کو یاد کیا۔ عظیم افراد کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ مشکل وقت

اور مصیبت کے موقع پر ساتھ کھڑے ہونے اور سہارا دینے والوں کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس مشکل وقت میں مطعم بن عدی نے جو ہمدردی اور تعاون کا مظاہرہ کیا تھا اس کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ۔ (2)

'اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان ناپاک لوگوں کی سفارش کرتے تو میں ان کی سفارش کو قبول کر لیتا'

یہ اعتراف تھا اس شخص کی ہمدردی اور تعاون کا جس کے مقدر میں قبولیت اسلام نہ ہوئی، جو اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے احسان اور ہمدردی کو یاد رکھا تو جو آپ کے قرابت دار تھے آپ ﷺ ان کے ایثار، احسانات اور قربانیوں کو کیونکر فراموش کر سکتے تھے؟ آپ ﷺ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خاص تعلق اور محبت و مودّت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے اقارب کی بھلائیوں کا اعتراف کرنے میں فراخدلی، جذبہ احسان شناسی اور اعلیٰ اخلاق کا ثبوت دیا۔ آپ ﷺ نے اقارب کے احسانات اور قربانیوں کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ تازندگی ان سے ربط قائم رکھا ۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے رشتہ داروں کا اعزاز و اکرام فرمایا اس لئے اقارب کی قربانیوں اور ایثار کا اعتراف حیات نبوی اور سیرت طیبہ کا ایک درخشاں اور جلی عنوان ہے۔

چچی حضرت فاطمہ کے حسن سلوک کا اعتراف

رسول اکرم ﷺ کی آٹھ سال کی عمر میں آپ کے شفیق دادا کی وفات ہو گئی تھی۔ دادا جان نے وفات سے قبل جناب ابو طالب کو یہ ذمّہ داری سونپ دی تھی کہ میری وفات کے بعد یتیم بھتیجے کی کفالت تمہارے اوپر ہو گی۔ جناب ابو طالب معصوم بھتیجے کو گھر لے آئے، جہاں چچا، ابو طالب اور اُن کی اہلیہ فاطمہ بنتِ اسد نے آنحضرت ﷺ پر اپنی محبّتوں اور چاہتوں کے تمام پھول نچھاور کر کے رہتی دنیا تک کے لیے ایک لازوال مثال قائم کر دی۔ جناب ابو طالب کی زوجہ اور حضرت جعفر طیار اور حضرت علی اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئی تھیں اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جا بسی تھیں۔ ان کا سن 6 ہجری میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے کفن میں اپنا کرتہ مبارک رکھوایا اور جب انہیں لحد میں اتارا گیا تو رسول اکرم ﷺ لحد میں کچھ لمحات لیٹے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنا کرتہ اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کا حلہ پہنائے اور لیٹا اس لئے تھا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔ (3)

صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے اس عمل کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا کہ آپ نے ان سے پہلے کبھی کسی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تو ان کے ساتھ ہی یہ خاص انداز کیوں اختیار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ أَبَرَّ بِي مِنْهَا۔ (4)

'ابو طالب کے بعد میرے ساتھ ان سے زیادہ کوئی نیکی کرنے والا نہ تھا'۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بچپن میں جو حسن سلوک فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ ہمیشہ حضرت فاطمہ کی قدر و منزلت کا خیال رکھا کرتے تھے، ان کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور احسان کا سلوک فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی چچی جان کے احسانات اور قرض محبت کو اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے، اسی لئے آپ نے ان کے ساتھ تازندگی ان کے احسانوں کا صلہ دیا اور جب ان کی وفات ہوئی تو تجہیز و تکفین کے وقت بھی محبت و رافت اور صلہ رحمی کا مظاہرہ کیا۔

چچاؤں کی خیر خواہی اور احسانات کا اعتراف

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک لائق فخر پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ددھیالی اور ننھیالی قرابت داروں کے دکھ درد میں شرکت کیا کرتے تھے اور ان کی مشکلات کو آسان بنانے میں پوری تگ و دو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے قرابت داروں سے جو حسن سلوک، ہمدردی، غم خواری کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے یہ صلہ رحمی کا تقاضا تھا۔ آپ ﷺ نے اقارب کے احسانات اور بھلائیوں کو یاد رکھا اور ان کا اعتراف کیا یہ نبوی ذمّہ داری بھی تھی اور اسلامی فرض بھی تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے آپ ﷺ سے کئی ایک تعلقات تھے، جن کی وجہ سے حضرت حمزہ کو آپ ﷺ سے خصوصی محبت اور لگاؤ تھا، ایک مرتبہ شکار سے لوٹ کر گھر پہنچے تو اطلاع ملی کہ ابو جہل نے آپ ﷺ کے ساتھ ناروا اور گستاخانہ سلوک کیا ہے۔ یہ سنتے ہی جوشِ غضب میں آپے سے باہر ہو گئے پھر کمان ہاتھ میں پکڑے حرمِ کعبہ میں جا پہنچے اور ابو جہل کے سر پر اس زور سے ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون نکلنے لگا، پھر فرمایا:

دِينِي دِينُ مُحَمَّدٍ، أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ، فَوَاللهِ لَا أَنْثَنِي عَنْ ذَلِكَ، فَامْنَعُونِي مَنْ ذَلِكَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (5)

'میرا وہی دین ہے جو میرے بھتیجے محمد کا دین ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ کی قسم میں اس سے باز نہیں آؤں گا، اگر تم سچے ہو تو مجھے مسلمان ہونے سے روک کر دکھاؤ'۔

رسول اکرم ﷺ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ سے خصوصی محبت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے چچاؤں میں سب سے بہتر حمزہ ہیں۔ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میرے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے، میں اس کا نام رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اپنا پسندیدہ نام بتائیں میں اپنے بیٹے کا نام آپ کی پسند کا رکھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے مجھے انسانوں میں سب سے زیادہ محبت ہے اس کے نام پر اس کا نام رکھیں تو آپ ﷺ نے اس بچے کا نام حمزہ رکھا۔ (6)

رسول اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر ان کی خوبیوں کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا تھا۔

رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ، فَقَدْ كُنْتَ وَصُولًا لِلرَّحِمِ، فَعُولًا لِلْخَيْرَاتِ، وَلَوْلَا حُزْنُ مَنْ بَعْدَكَ عَلَيْكَ لَسَرَّنِي أَنْ أَدَعَكَ حَتَّى تَجِيءَ مِنْ أَفْوَاجٍ شَتَّى۔ (7)

'آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ آپ قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے اور اگر تمہارے بعد یہ غم باقی رہنے کا ڈر نہ ہوتا تو میری خوشی تھی کہ تمہاری لاش اسی حال میں چھوڑ دیتا اور تم کو مختلف جانور کھا جاتے اور تم ان کے پیٹوں سے نکل کر میدان حشر میں حاضری دیتے'۔

سید الشہداء حضرت حمزہ کی شہادت کے وقت رسول اکرم ﷺ کے غم کی جو کیفیت اور بے چینی تھی اس طرح کا اضطراب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس بے چینی، غم اور پریشانی کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو میں نے کبھی کسی کی موت پر اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، جس قدر آپ ﷺ اپنے چچا کی میت پر رو رہے تھے آپ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يَاحَمْزَةُ يَاعَمَّ رَسُوْلِ اللهِ وَأَسَدَ اللهِ وأَسَدَ رَسُوْلِهٖ، يَاحَمْزَةُ يَافَاعِلَ الْخَيْرَاتِ، يَاحَمْزَةُ يَاكَاشِفَ الْكَرَبَاتِ، يَاحَمْزَةُ يَاذَابًّا عَنْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ صلَّى اللهُ تعالٰى عليهِ وآلِهٖ وسَلَّم۔ [8]

'اے حمزہ! اے رسول اللہ کے چچا! اللہ اور اس کے رسول کے شیر، اے حمزہ! اے بھلائیوں میں پیش پیش رہنے والے! اے حمزہ! اے رنج و ملال اور پریشانیوں کو دور کرنے والے! اے حمزہ! رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے دشمنوں کو دور بھگانے والے'۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ اپنے اقارب اور رشتہ داروں کے احسانات اور بھلائیوں کا برملا اظہار اور اعتراف کیا کرتے تھے۔ حضرت حمزہ کی نیکیوں اور ان کے احسانات کو سب کے سامنے بیان کیا تاکہ لوگوں کو پتا چل سکے کہ اقارب کے احسانات کے اعتراف میں اسوہ حسنہ کیا ہے۔

جب وحشی قاتل حمزہ قبولیت اسلام کی غرض سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس موقع پر آپ ﷺ سے جو وحشی کی گفت و شنید ہوئی تھی، اس کا ذکر صحیح بخاری میں ہے:

قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: «آنْتَ وَحْشِيٌّ» . قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ: «أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ» . قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الأَمْرِ مَا بَلَغَكَ. قَالَ: «فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي» . قَالَ فَخَرَجْتُ۔ [9]

'جب میں (وحشی) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر دریافت فرمایا، کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں وحشی ہی ہوں۔ آپ گویا ہوئے: کیا حمزہ کا قتل تم نے کیا تھا؟ میں نے عرض کیا، جو آپ فرما رہے ہیں یہی درست ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا: کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم مجھ سے چھپ جاؤ؟ اس (وحشی) نے کہا کہ میں وہاں سے چلا گیا'

اسلام کا اصول یہ ہے کہ جب کوئی فرد اسلام کو قبول کرلیتا ہے تو وہ رحمت الٰہی کے سائے میں آجاتا ہے، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ وحشی جب آغوش اسلام میں آگئے تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں زمانہ جاہلیت میں ہونے والے جرم کی سزا نہیں دی کیونکہ اسلام کا اصول یہ ہے کہ سابقہ جرائم پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ دوسری طرف چچا اور رضاعی بھائی سید الشہداء حمزہ کی شہادت کا نہ بھولنے والا غم تھا، اس لئے اس کو کہا کہ سامنے آنے سے گریز کرے۔ یہ آپ ﷺ کی اپنے وابستگان سے محبت اور مودّت سیرت طیبہ سے جلی ثبوت ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام بہت پہلے قبول کرلیا تھا لیکن اس کا اعلانیہ اظہار نہیں فرمایا تھا۔ جب سیدنا عباس اہل مکہ کے گروہ کے ساتھ جنگ بدر میں شرکت کے لئے آرہے تھے تو اس موقع پر رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں میرے چچا کا خیال رکھا جائے ان پر کوئی حملہ نہ کرے کیونکہ اس معرکہ میں وہ مجبوری کی وجہ سے شرکت کر رہے ورنہ ان کا کفار کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے ہم اپنے باپ۔ بیٹوں اور بھائیوں سے لڑائی کریں اور کچھ خاص لوگوں کو کیونکر چھوڑیں۔ اللہ کی قسم اگر عباس میرے سامنے آئے تو میں تلوار کے ساتھ ان کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت ابو حذیفہ کے یہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کے ساتھ ان کی محبت تمام

رشتوں پر غالب تھی، دوسرا انہیں یہ علم بھی نہ تھا کہ حضرت عباس مشرف با اسلام ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے قبولیت اسلام کا اظہار نہیں فرمایا۔ حضرت ابو حذیفہ کے جذبات کا رسول اکرم ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے فرمایا اے ابو حفص!

أَيُضْرَبُ وَجْهُ عَمِّ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِالسَّيْفِ؟[10]

'کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرہ پر تلوار چلائی جائے گی؟'

ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بعض افراد کی وجہ سے تکلیف پہنچنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

مَا بَالُ رِجَالٍ يُؤْذُونَنِي فِي الْعَبَّاسِ عَمِّ الرَّجُلِ صِنْوِ أَبِيهِ۔[11]

'لوگو کو کیا ہو گیا ہے کہ عباس کو ایذا پہنچا کر مجھے تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، کیونکہ آدمی کا چچا باپ کی جگہ پر ہوتا ہے'۔

مسند احمد میں ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک رنجیدہ ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يا أيها الناس من آذى العباس فقد آذاني إنما عم الرجل صنو أبيه۔ [12]

'لوگو! (یاد رکھو) جس نے عباس کو نقصان پہنچایا، اس نے مجھے تکلیف دی، آدمی کا چچا اس کے باپ کے ہی مقام پر ہوتا ہے'۔

حضرت عباس کئی خوبیوں اور صلاحیتوں کے حامل تھے، رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خاص انسیت رکھتے تھے۔ اپنے رشتہ داروں کی غمی و خوشی میں شریک ہونے والے اور اپنے اقارب کی مشکلات میں مدد و معاون تھے، آپ ﷺ نے ان کی انہی خوبیوں کی تعریف و ستائش کرتے ہوئے فرمایا:

هذا العباس بن عبد المطلب أجود قريش كفا وأوصلها۔ [13]

'یہ عباس بن عبد المطلب ہیں جو قریش میں ہاتھ کے سب سے زیادہ سخی اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں'۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ قرابت داری کو خوب نبھایا تھا، مشکلات میں آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے، کفار مکہ کے عزائم اور منصوبوں کے بارے میں آپ ﷺ کو آگاہ کرتے اور آپ ﷺ کی حفاظت کی تدابیر کرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی انہی خوبیوں اور احسانات کی بناء پر آپ ﷺ نے ان سے وابستگی اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

العَبَّاسُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ۔ [14]

'عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں'

رسول اکرم ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ رشتہ داروں کے مصائب اور پریشانیوں کا علم ہونے پر بے تاب ہو جاتے تھے۔ صلہ رحمی اور وابستگی کا عنصر یہاں تک تھا کہ اپنے اقارب کے قرض بھی چکاتے تھے۔ جناب عباس جب بدر میں اسیر ہو گئے تو ان کی گرفتاری کے وقت ان کے جسم پر قمیض نہیں تھی، طوالت قد کی وجہ سے کوئی کرتہ ان کو پورا نہیں آرہا تھا عبد اللہ بن ابی لمبے قد والا

تھا اس نے اپنا کرتہ عباس رضی اللہ عنہ کو دے دیا تاکہ ان کا جسم ڈھانپا جاسکے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے چچا پر کئے ہوئے احسان کو اتارنے کے لئے عبد اللہ بن ابی کی وفات پر اپنا کرتہ مبارک بطور کفن پہنایا تھا تاکہ چچا پر کئے ہوئے احسان کا بدلہ چکا دیا جائے۔[15]

صاحبزادیوں کی قربانیوں اور خوبیوں کی ستائش

عرب میں بیٹیوں کی پیدائش اور ان کی پرورش کو بوجھ تصور کیا جاتا تھا۔ بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کا بھی کوئی خاطر خواہ انتظام و انصرام نہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے بیٹیوں کے بارے میں عرب کی جاہلی رسومات و تصورات کو تبدیل کر کے نہ صرف بیٹیوں کی تعلیم و تربیت اور مقام و مرتبہ کے بارے میں شعور دیا بلکہ بیٹیوں سے حسن سلوک کا بہترین اسوہ پیش کیا تاکہ بیٹیوں سے امتیازی سلوک کا خاتمہ ہو سکے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لئے اور ان میں خیر و بھلائی کے جذبہ کو فروغ دینے کے لئے ان کی تعریف و ستائش فرمایا کرتے تھے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں ان کے بارے میں فرمایا:

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ بِي۔ [16]

'وہ میری افضل بیٹی تھی اس کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی'۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دختر نبی ﷺ کو ہجرت کے دوران تیر لگا جس کی وجہ سے وہ اپنی سواری سے گر گئی تھیں اور یہ تیر ہی ان کی وفات کا سبب بنا تھا رسول اکرم ﷺ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ میری وجہ سے ان کو اذیت پہنچائی گئی تھی۔

رسول اکرم ﷺ کی تمام اولاد سوائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آپ کی حیات مبارکہ میں ہی وفات پا گئی تھی۔ اس لئے سیدہ فاطمہ کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت میں وقت گزارنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ کئی ایک چیزوں میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مشابہت اپنے بابا جان سے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ صدقہ و خیرات، خیر و بھلائی، ایثار و قربانی اور نیکی کے کاموں میں سبقت کا اشتیاق ان کی زندگی کا لازمی حصہ تھا۔ آزمائشوں، مشکلات اور مصائب میں صبر و استقلال ان کی حیات مبارکہ کے عظیم کارنامے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدہ کی انہی خوبیوں اور صلاحیتوں کی بناء پر ان کو عظیم خوشخبری اور نوید مسرت سنائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فاطِمَة سِيّدةُ نِساءِ أَهْلِ الجَنّةِ۔ [17]

'فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں'

آپ ﷺ اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کے بارے میں کمال محبت و الفت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، شادی کے بعد جب رسول اکرم ﷺ کے گھر تشریف لاتیں تو آپ ﷺ ان کو اعزاز و اکرام سے نوازتے تھے اور ان کے استقبال میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي۔ [18]

'فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہیں جس نے ان کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کر دیا'۔

عرب کے معاشرہ میں بیٹی کو اپنے جسم کا ٹکڑا قرار دینا اور بیٹی کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دینا یہ یقیناً اس معاشرہ کی جاہلی رسومات کے خلاف بہت بڑے اقدام تھے، جہاں بیٹیوں کی پیدائش پر ناگواری کا اظہار کیا جاتا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت کا بھی کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔

نواسے اور نواسیوں کی کی تعریف وستائش

آل اولاد سے محبت اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں ودیعت کی ہے، ہر جاندار اپنی نسل سے محبت کرتا ہے۔اس لئے تمام مخلوقات میں افزائش نسل کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے۔انسانی فطرت ہے کہ انسان اپنی نسل کی افزائش اور پروان چڑھنا پسند کرتا ہے، اس لئے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں سگی اولاد سے بڑھ کر انسان کے لئے عزیز ہوتے ہیں۔رسول اکرم ﷺ کی نرینہ اولاد جوانی کے مراحل تک نہیں پہنچ پائی، اس لئے آپ ﷺ کے صرف نواسے اور نواسیوں کو ہی رسول اللہ ﷺ کی صحبت، محبت اور توجہ حاصل ہوئی۔رسول اکرم ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے پتا چلتاہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں نواسے اور نواسیاں کتنے عزیز تھے اور کس قدر ان کا اعزاز واکرام تھا۔رسول اکرم ﷺ کو بچوں کو عمومی طور پر اور اپنی بیٹیوں کی اولاد سے خصوصی طور پر بہت محبت تھی جہاں بچوں کے دیکھتے تھے ان سے محبت والفت اور مودّت کا اظہار فرماتے، ان کی خوبی، صلاحیت اور قابلیت کو جلا بخشنے کے لئے آپ ﷺ ان کی تعریف وستائش اور تحسین فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں، حضرت زینب کی وفات کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ان کو اپنی زیر تربیت لے لیا تھا، تاکہ والدہ کی جدائی کے صدمہ کی شدت کو کم کیا جائے۔آپ ﷺ کو ان سے خصوصی انسیت تھی کیونکہ یہ آپ ﷺ کی بڑی بیٹی کی صاحبزادی تھیں۔ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کو ایک بہت خوبصورت ہار تحفتاً موصول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَأَدْفَعَنَّهَا إِلَى أَحَبِّ أَهْلِي إِلَيَّ۔ (19)

'میں یہ ہار اسے دونگا جو مجھے اپنے اہل میں سب سے زیادہ پیارا ہے'۔

جب آپ ﷺ کے گھر والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے سوچا کہ آپ ﷺ یہ ہار عائشہؓ کو عنائت فرمائیں گے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کو اپنی ازواج میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت ہے، لیکن آپ ﷺ نے سیدہ امامہ بنت ابو العاص کو بلوایا اور وہ ہار اپنے ہاتھ سے انکو پہنادیا۔

رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ بعض خاص مواقع پر بھی اپنے وابستگان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور ان کے ساتھ تعلق کا اظہار فرمایا کرتے تھے تاکہ انہیں اپنائیت کا احساس دلایا جائے۔فتح مکہ کا دن رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا بہت ہی اہم دن اور موقع تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد اس موقع پر موجود تھی۔رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے لئے یہ دن بڑے اعزاز کا حامل دن تھا۔آپ ﷺ نے اس اہم خوشی کے موقع پر بھی اپنے اقارب کا خیال اور لحاظ رکھا اور ان کی قدرومنزلت کا اہتمام فرمایا تھا۔آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے صحابہ میں سے ہر ایک کی خواہش ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے ساتھ سوار ہونے کا موقع مل جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی توجہ نگاہ کا مرکز تھیں۔اپنے اور بیگانے، مسلم اور کفار سبھی آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کے منتظر تھے اور اکثریت آپ کی طرف ہی محبت بھری نظریں اٹھائے ہوئے اور بعض ندامت

کی بناء پر آنکھیں جھکائے ہوئے کھڑے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے جس فرد کو اپنی سواری پر سوار ہونے کے اعزاز واکرام سے نوازا تھا، وہ آپ کے نواسے علی بن ابو العاص، حضرت زینبؓ کے صاحبزادے تھے۔

ولما دخل رَسُول اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مكَّة يَوْم الفتح أردف عليًا خلفه۔ [20]

'فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے پیچھے علی (ابن ابو العاص) سوار تھے'۔

حضرت حسنین رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے اللہ کریم نے ان دونوں کو بے شمار خوبیوں، صلاحیتوں اور فضائل و مناقب سے نوازا تھا۔ ان کی دین اسلام کی خدمت اور سربلندی میں وسیع کاوشیں اور عظیم قربانیاں ہیں۔ آپ ﷺ ہمیشہ ان سے محبت اور پیار کا اظہار فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ان کے کئی خصائل اور مناقب کی بناء پر ان کی تحسین فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے ان نواسوں سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي۔ [21]

'جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے عداوت رکھی'۔

بچوں کی نشو نما اور صلاحیتوں میں اضافہ کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انہیں پر اعتماد ماحول دیا جائے، ان کے ساتھ اپنائیت کا اظہار کیا جائے اور ان کے ساتھ معیاری وقت گزارا جائے، ان کی قابلیت کی تعریف و ستائش اور ان کی صلاحیتوں کی تحسین کی جائے۔ آپ ﷺ اپنے نواسے اور نواسیوں کے ساتھ محبت اور لطافت سے پیش آتے تھے ان کی صلاحیتوں کی ستائش کرتے اور انہیں اعزاز واکرام سے نوازتے تھے۔

چچا اور پھوپھی زاد بہن بھائیوں سے روابط اور ان کی قدر دانی

رسول اکرم ﷺ کی اپنے اہل قرابت کے ساتھ محبت اور تعلق میں اس قدر وسعت تھی کہ آپ ﷺ نے نا صرف اپنے چچاؤں کی خوبیوں اور احسانات کا اعتراف فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے اپنے دیگر اقارب کی قربانیوں اور خدمات کو سراہا اور ان کے ساتھ وابستگی کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ ﷺ اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں کی اولادوں کو اعزاز واکرام سے نوازتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے صاحبزادے تھے اور آپ ﷺ کی زیر کفالت رہے، رسول اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ کی شادی کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا تھا۔ حضرت علی آپ کے بہت قریب تھے، اور آپ ﷺ حضرت علی کی خوبیوں اور صلاحیتوں کے بہت معترف تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے علی!

انت مني بمنزلة هارون من موسى , إلا انه ليس بعدي نبي۔ [22]

'تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے نسبت تھی، البتہ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا'۔

رسول رحمت ﷺ کی اپنے قرابت داروں سے وابستگی اور قربت اس قدر زیادہ تھی کہ اہل قرابت میں سے کسی کے لئے یہ کہنا آسان نہ تھا کہ آپ ﷺ کس فرد کو سب سے زیادہ لائق محبت گردانتے ہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ اور حسن سلوک کی وجہ سے اقاربِ رسول میں سے ہر ایک کا یہی خیال تھا کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ محبت و شفقت اس سے فرماتے ہیں۔

حضرت جعفر اور حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن اکٹھے ہوئے، حضرت جعفر فرمانے لگے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں، حضرت علی گویا ہوئے کہ میں سب زیادہ رسول اللہ ﷺ کا پیارا ہوں، جضرت زید کہنے لگے رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہ تینوں حضرات آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ کو سب زیادہ کون محبوب ہے تو رسول اکرم ﷺ نے جواباً فرمایا مجھے سب سے زیادہ فاطمہ سے محبت ہے تو انہوں نے عرض کی کہ ہم مردوں کے حوالے سے پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> يَا جَعْفَرُ! فَأَشْبَهَ خَلْقُكَ خَلْقِيْ وَ أَشْبَهَ خُلُقِيْ خُلُقَكَ، وَ أَنْتَ مِنِّيْ وَ شَجَرَتِيْ. وَ أَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ فَخَتَنِيْ وَ أَبُو وَلَدَيَّ، وَ أَنَا مِنْكَ وَأَنْتَ مِنِّيْ وَ أَمَّا أَنْتَ يَا زَيْدُ! فَمَوْلَايَ، وَ مِنِّيْ وَ إِلَيَّ، وَ أَحَبُّ الْقَوْمِ إِلَيَّ۔ (23)
>
> 'اے جعفر! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے، اے علی تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے اور اے زید تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔'

آپ ﷺ نے مذکورہ بالا تینوں شخصیات کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کیا، آپ ﷺ نے ان سے جس محبت و انسیت کا اظہار فرمایا تھا یہی آپ ﷺ کی ذات عالیہ کا خاصہ تھا کہ ہر ایک کے لئے آپ کے دل میں خاص جگہ تھی اور آپ ﷺ سب کے دل میں خاص مقام رکھتے تھے۔

عقیل بن ابو طالب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے صاحبزادے تھے، بے شمار صلاحیتوں کے مالک بڑے باپ کے عظیم بیٹے تھے، کئی ایک فضائل و مناقب اپنی ذات میں سمیٹے ہوئے تھے۔ چھوٹے بیٹے ہونے کی وجہ سے ابو طالب کے بہت لاڈلے اور پیارے تھے۔ اسلام کی دولت سے مالامال ہوئے تو اپنے آپ کو دین اسلام کی آبیاری کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

> إني أحبك حبين، حبًا لقرابتك، وحبًا لما كنت أعلم من حب عمي إياك۔ (24)
>
> 'مجھے تم سے دوہری محبت ہے ایک محبت آپ سے قرابت کے سبب سے ہے دوسری اس لئے ہے کہ تم میرے چچا کے محبوب تھے۔'

رسول اکرم ﷺ کے چچاؤں میں سے ابو طالب نے جو فراخدلی اور خندہ پیشانی سے آپ کے ساتھ قرابت اور رشتہ داری کو نبھایا تھا وہ بھولنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ اس لئے آپ نے جناب عقیل سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے تم سے اس لئے

بھی محبت ہے کہ میرے چچا تمہیں اپنا محبوب رکھتے تھے۔ قرابت داروں سے جس طریقہ اور سلیقہ کے ساتھ آپ ﷺ محبت و الفت کا اظہار فرماتے تھے کیا ہی خوبصورت انداز تھا کہ سننے والے کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا۔

ابو سفیان بن حارث رسول اکرم ﷺ کے چچازاد تھے ابتداء میں اسلام کے بہت بڑے مخالف تھے، لیکن جب مشرف با اسلام ہوئے تو اسلام کی اشاعت اور پرچار کے لئے اپنی تمام توانیاں اور صلاحیتیں وقف کر دیں۔ غزوہ حنین میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے، جب غزوہ حنین میں بدامنی پھیلی اور مسلمان منتشر ہو گئے تھے تو اس وقت ابو سفیان بن حارث آپ کے چچا کے بیٹے آپ کی حفاظت میں ہمت کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی جرات و بہادری کو دیکھتے ہوئے اسد اللہ اور اسد الرسول کے القاب عطا فرمائے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا:

أَبُو سُفْيَانَ أَخِي وَخَيْرُ أَهْلِي۔ (25)

'ابو سفیان میرا بھائی ہے اور میرے خاندان میں سے بہترین ہے'۔

چچازاد بھائیوں کے ساتھ وابستگی کا اظہار ہی رشتہ داروں کو نہ صرف قریب بلکہ بہت قریب لایا تھا۔ سیرت طیبہ کا یہی انداز و اسلوب اہل قرابت کے دلوں میں صلہ رحمی کے جذبہ کو تقویت پہنچا رہا تھا کہ وہ خدمت اسلام اور تحفظ نبوت کی پہرہ داری میں پیش پیش تھے اور قربانیاں دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ سے خوشخبریاں اور نویدیں سمیٹ رہے تھے۔

ابو سفیان بن حارث آپ کے چچا حارث کے صاحبزادے نے اسلام کی قبولیت کے بعد اپنی صلاحیتوں کی بناء پر اتنے کارنامے اپنے نام کئے کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ان کی قابلیت سے اتنی خوش ہوئی اور فرمایا میرے چچا کے بیٹے:

أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ سَيِّدُ فِتْيَانِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ (26)

'ابو سفیان بن حارث جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں'۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یہ آپ کے چچا زبیر کے بیٹے تھے اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے اور خدمت اسلام میں پیش پیش رہے۔ غزوہ حنین میں شرکت کی تھی جب بزدل دشمن اپنی طاقت کے بل بوتے پر اسلام کا چراغ گل کرنے پر تلا ہوا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی حفاظت میں ثابت قدمی اور استقلال کا مظاہرہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی صلاحیتوں اور خوبیوں کے اظہار میں فرمایا:

ابن عمي و حبي۔ (27)

'میرے چچا کا بیٹا میرا محبوب ہے'

آپ کی پھوپھی جان جن کا نام حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھا وہ مشرف با اسلام ہوئی تو انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ ان کے بیٹے زبیر بھی اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے اور اسلام کی خدمات میں نمایاں رہے۔ رسول اکرم ﷺ کو ان سے خاص محبت تھی۔ آپ ﷺ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی خوبیوں اور خدمات اسلام کی بناء پر ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں فرمایا تھا۔ جناب زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک خصوصی اعزاز رسول اکرم ﷺ کی طرف سے عطاء کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنا حواری قرار دیا تھا۔ بنو قریظہ پر حملہ کے دن رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ آج بنو قریظہ کی نقل و حرکت کی کون خبر لائے گا تو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ کام میں سر انجام دوں گا تین بار آپ ﷺ نے پوچھا اور تین بار ہی وہ کھڑے ہوئے اور اپنے آپ کو اس کام کے لئے حاضر خدمت کیا۔ آپ ﷺ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ آپ خوش ہو کر فرمانے لگے:

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ، وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔ (28)

'ہر نبی کے حواری (خاص مدد گار) ہوتے ہیں، اور میرا حواری (خاص مدد گار) زبیر ہے'۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ ﷺ کی پرورش چچا ابو طالب کے گھر میں ہونے کی وجہ سے اپنی چچازاد بہنوں میں سے سب بڑی بہن اُمّ ہانیؓ سے زیادہ انسیت تھی۔ خود اُمّ ہانیؓ بھی آپ ﷺ سے والہانہ محبّت کرتی تھیں، جو زندگی کی آخری سانسوں تک قائم رہی۔ آپ ﷺ کے پاس فتح مکہ کے موقع پر آئیں اور عرض کرنے لگیں کہ میں نے ایک شخص کو پناہ دی ہے اور میرے بھائی علی اسے قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو کیا میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتی آپ ﷺ نے فرمایا:

قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ۔ (29)

'ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی، اسے ہماری طرف سے بھی پناہ ہے'۔

رسول اکرم ﷺ اسی طرح اپنے وابستگان سے تعلق نبھاتے تھے، ان کے مان رکھتے تھے اور ان کو رشتہ داری کی بناء پر خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازتے تھے تاکہ رشتوں کے درمیان محبت و الفت دائم رہے اور لحاظ و احساس قائم رہے۔

رسول اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی جن کا نام عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھا یہ آپ کے چچا عباس کے بیٹے تھے۔ کم سنی اور نو عمری میں انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے حصول علم کا ہر طریقہ اختیار کیا تاکہ تحصیلِ علم میں تشنگی نہ رہ جائے۔ وسعت علم کی بناء پر ان کو علم کا دریا اور حبر الامۃ (امت کا بہت بڑا عالم) کے القابات سے یاد کیا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی صحبت میں رہتے اور اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں مصروف پائے جاتے تھے۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے بیدار ہوئے تو عبد اللہ بن عباس نے وضو کے لیے پانی لا کر خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے وضو سے فراغت کے بعد پوچھا کہ پانی کون لایا تھا۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا (ان کی خالہ جان) نے عبد اللہ بن عباس کا نام لیا تو آپ ﷺ کو ان کے اس عمل سے اتنی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی کہ آپ ﷺ نے بارگاہِ ایزدی میں ان کے لئے التجا فرمادی:

اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔ (30)

'اے اللہ ان کو دین میں فقاہت عطا فرما'

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت اور بصیرت کا اعلیٰ درجہ عطا فرمایا تھا۔ قرآن مجید کی تعبیر و تشریح میں ان کو بہترین مہارت اور ملکہ حاصل تھا۔ ان کو قرآن مجید تفسیر میں کمال مہارت اور فضیلت حاصل تھی۔ یہ آپ ﷺ کی دعا کا ہی ثمر تھا۔

خلاصہ بحث

سیرت طیبہ ﷺ قرابت داروں کی نیکیوں اور احسانات کی قدر و تحسین کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی چچی حضرت فاطمہ، چچاؤں، صاحبزادیوں، نواسوں، اور چچازاد و پھوپھی زاد رشتہ داروں کی خوبیوں کی ستائش اور ان کی قربانیوں پر تشکر کا جو انداز اپنایا، وہ خاندانی رشتوں کو مضبوط کرنے اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ نے قرابت داروں کے واجباتِ محبت و الفت اور فرائضِ مودّت پوری جاںنثاری سے ادا فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ کا طریقہ کہ خوبیوں کی اعلانیہ تحسین کی

جائے اور خامیوں کا تذکرہ نجی طور پر ہو، افراد کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور بھلائیاں سرانجام دینے کے جذبہ میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ رشتہ داروں کی قربانیوں اور احسانات کا اعتراف و ستائش کرنا محبت، الفت، مودّت اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ سے اخذ کردہ اسباق خاندانی روابط کو مستحکم کرنے اور معاشرتی اتحاد کے لیے رہنما ہیں۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

[1] ابن حجر العسقلانی، الإصابة في تمييز الصحابة (بيروت: دار الكتب العلمية، ب.س.)، 8/ 169۔
Ibn Hajar al-‘Asqalānī, al-Iṣābah fī Tamyīz al-Ṣaḥābah (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, b.s.), 8/169.

[2] البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب فرض الخمس، باب ما منّ النبي صلى الله عليه وسلم على الأسرى من غير أن يخمّس، (بيروت: دار طوق النجاة، 1422ھ)، حديث نمبر: 3139۔
Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā ‘īl, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb Farḍ al-Khums, Bāb Mā Mann al-Nabiyy ﷺ ‘ala al-Asrā min Ghayr an Yukhammis, (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 1422 H), Ḥadīth No. 3139.

[3] بھوجیانی، خاندانِ نبوت (ٹوبہ ٹیک سنگھ: مکتبہ رحمانیہ، 1993)، 69۔
Bhojiyānī, Khandān-e-Nubuwwat (Toba Tek Singh: Maktabah Raḥmāniyyah, 1993), p. 69.

[4] القرطبی، یوسف بن عبداللہ، الاستيعاب في معرفة الأصحاب (بیروت: دارالجیل، 1992)، 4/1891۔
Al-Qurṭubī, Yūsuf bin ‘Abd Allāh, al-Istī ‘āb fī Ma‘rifat al-Aṣḥāb (Beirut: Dār al-Jīl, 1992), 4/1891.

[5] الطبراني، سليمان بن أحمد، المعجم الكبير (القاهرة: مكتبة ابن تيمية، 1994)، 3/ 40۔
Al-Ṭabarānī, Sulaymān bin Aḥmad, al-Mu‘jam al-Kabīr (Cairo: Maktabat Ibn Taymiyyah, 1994), 3/40.

[6] الأصبهاني، أحمد بن عبد الله، معرفة الصحابة (الرياض: دار الوطن للنشر، 1998)، 2/678۔
Al-Aṣbahānī, Aḥmad bin ‘Abd Allāh, Ma‘rifat al-Ṣaḥābah (Riyadh: Dār al-Waṭan li al-Nashr, 1998), 2/678.

[7] الطبراني، سليمان بن أحمد، المعجم الكبير، 3/ 143۔
Al-Ṭabarānī, Sulaymān bin Aḥmad, al-Mu‘jam al-Kabīr, 3/143.

[8] الزرقاني، محمد بن عبد الباقي، شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية (بيروت: دار الكتب العلمية، 1996)، 4/ 470۔
Al-Zurqānī, Muḥammad bin ‘Abd al-Bāqī, Sharḥ al-Zurqānī ‘ala al-Mawāhib al-Laduniyyah bi al-Minaḥ al-Muḥammadiyyah (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1996), 4/470.

[9] الجامع الصحيح، كتاب المغازي، باب قتل حمزة رضي الله عنه، حديث نمبر: 4072۔
Al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Maghāzī, Bāb Qatl Ḥamzah raḍiyallāhu ‘anhu, Ḥadīth No. 4072.

[10] ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الكبرى (بيروت: دار الكتب العلمية، 1990)، 4/7۔
Ibn Sa‘d, Muḥammad bin Sa‘d, al-Ṭabaqāt al-Kubrā (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1990), 4/7.

[11] الحاکم، محمد بن عبد الله النیسابوري، المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ذكر إسلام العباس رضي الله عنه، (القاهرة: دار الحرمين، 1417ھ)، حدیث نمبر: 5500۔

Al-Ḥākim, Muḥammad bin ʻAbd Allāh al-Naysābūrī, al-Mustadrak ʻala al-Ṣaḥīḥayn, Kitāb Maʻrifat al-Ṣaḥābah, Dhikr Islām al-ʻAbbās raḍiyallāhu ʻanhu, (Cairo: Dār al-Ḥaramayn, 1417 H), Ḥadīth No. 5500.

[12] أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، (القاهرة: مؤسسة قرطبة، ب.س.)، حدیث نمبر: 17551 ۔

Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal (Cairo: Mu'assasat Qurtubah, b.s.), Ḥadīth No. 17551.

[13] مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر: 1610۔

Musnad al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal, Ḥadīth No. 1610.

[14] الترمذي، محمد بن عيسى، سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب أبي الفضل عم النبي صلى الله عليه وسلم، (بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1998)، حدیث نمبر: 3759۔

Al-Tirmidhī, Muḥammad bin ʻĪsā, Sunan al-Tirmidhī, Abwāb al-Manāqib, Bāb Manāqib Abī al-Faḍl ʻAmm al-Nabiyy ﷺ, (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998), Ḥadīth No. 3759.

[15] علوی، خالد، انسانِ کامل (لاہور: الفیصل ناشران، 2011)، 563۔

ʻAlawī, Khālid, Insān-e-Kāmil (Lahore: al-Fayṣal Nāshirān, 2011), p. 563.

[16] الرازي، محمد بن أحمد، الذرية الطاهرة النبوية (الكويت: الدار السلفية، 1407ھ)، 1 /46۔

Al-Rāzī, Muḥammad bin Aḥmad, al-Dhurriyyah al-Ṭāhirah al-Nabawiyyah (Kuwait: al-Dār al-Salafiyyah, 1407 H), 1/46.

[17] البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، 20/5۔

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā ʻīl, al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, 5/20.

[18] الجامع الصحيح، كتاب المناقب، مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، حدیث نمبر: 3714۔

Al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Manāqib, Manāqib Qarābah Rasūl Allāh ,ﷺ Ḥadīth No. 3714.

[19] مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر: 24704۔

Musnad al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal, Ḥadīth No. 24704.

[20] ابن الأثير، علي بن أبي الكرم، أسد الغابة في معرفة الصحابة (بيروت: دار الكتب العلمية، 1994)، 118/4۔

Ibn al-Athīr, ʻAlī bin Abī al-Karam, Usd al-Ghābah fī Maʻrifat al-Ṣaḥābah (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1994), 4/118.

[21] ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب في فضائل أصحاب رسول الله ﷺ، (القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، ب.س.)، حدیث نمبر: 143۔

Ibn Mājah, Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī, Sunan Ibn Mājah, Iftitāḥ al-Kitāb fī al-Īmān wa Faḍā' il al-Ṣaḥābah wa al-ʻIlm, Bāb fī Faḍā' il Aṣḥāb Rasūl Allāh ﷺ, (Cairo: Dār Iḥyā' al-Kutub al-ʻArabiyyah, b.s.), Ḥadīth No. 143.

[22] مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر: 27467۔

Musnad al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal, Ḥadīth No. 27467.

[23] المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب زيد الحب بن حارثة، حدیث نمبر: 4957۔

Al-Mustadrak ʻala al-Ṣaḥīḥayn, Kitāb Maʻrifat al-Ṣaḥābah, Dhikr Manāqib Zayd al-Ḥubb bin Ḥārithah, Ḥadīth No. 4957.

[24] ابن الأثير، علي بن أبي الكرم، أسد الغابة في معرفة الصحابة، 61/4۔

Ibn al-Athīr, ʻAlī bin Abī al-Karam, Usd al-Ghābah fī Maʻrifat al-Ṣaḥābah, 4/61.

[25] ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الكبرى، 39/4۔

Ibn Saʻd, Muḥammad bin Saʻd, al-Ṭabaqāt al-Kubrā, 4/39.

[26]الطبقات الكبرى، 39/4۔

al-Ṭabaqāt al-Kubrā, 4/39.

[27]عیون الأثر ، 2/ 383۔

'Uyūn al-Athar, 2/383.

[28]سنن ابن ماجه، افتتاح الکتاب في الإیمان وفضائل الصحابة والعلم، باب في فضائل أصحاب رسول الله ﷺ، حدیث نمبر: 122۔

Sunan Ibn Mājah, Iftitāḥ al-Kitāb fī al-Īmān wa Faḍā' il al-Ṣaḥābah wa al-'Ilm, Bāb fī Faḍā' il Aṣḥāb Rasūl Allāh ﷺ, Ḥadīth No. 122.

[29]الجامع الصحیح، کتاب الجزیة، باب أمان النساء وجوارهن، حدیث نمبر: 3171۔

Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Jizyah, Bāb Amān al-Nisā' wa Jawārhunna, Ḥadīth No. 3171.

[30]أیضاً، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حدیث نمبر: 143۔

Ibid, Kitāb al-Wuḍū', Bāb Waḍ' al-Mā' 'inda al-Khalā', Ḥadīth No. 143.